مجھے صندل کر دو

وصی شاہ

Impact

بھیگی آنکھوں والی لڑکی
میری طرف جب دیکھتی ہے تو
من میں جل تھل کر جاتی ہے
مجھ کو پاگل کر جاتی ہے

مجھے صندل کر دو

وصی شاہ

آنے والے!
تو مدینے سے ہو کے آیا ہے
اس مہکتی ہوئی جنت میں جھومنے دے مجھے
اپنے پیروں کو چومنے دے مجھے



"اے رب! میرے علم میں اضافہ فرما"

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں، پیاری کتابیں

ناشر: وصی شاہ

http://www.wasishah786.com
E-mail: dua@wasishah.com

زارا ! تمہارے لیئے

جو آسماں سے زمیں پر عذاب اُترا ہے
کسی سوال کا لوگو، جواب اُترا ہے

فہرست

بیج، درخت اور جنگل کی کہانی

جگنو کیسے جگ مگ جگ مگ کرتا ہے؟
تتلی کیسے چم چم، چم چم کرتی ہے؟
بارش کیسے چھن چھن چھن چھن کرتی ہے؟
پائل کیسے چھم چھم، چھم چھم کرتی ہے؟
دھڑکن کیسے دھن دھن، دھن دھن کرتی ہے؟
یہ سب ایسے ہی کرتے ہیں جیسے وصی شاہ شاعری کرتا ہے

حاسد اور ''ہلکے ہیوی ویٹ'' کہتے ہیں کہ وہ تو ''ٹین ایجرز'' کا شاعر ہے تو کوئی ان ادبی بقراطوں سے پوچھے کہ کہیں آج کے یہی ''ٹین ایجرز'' ہی تو ہمارا مستقبل نہیں؟؟؟ یعنی وہ تو مستقبل کا صورت گر ہوا۔

آگ پہلے تو کہیں ہوتی ہی نہیں یعنی چھپی ہوتی ہے، ظاہر ہو جائے تو پہلے سرخ رنگ کی ہوتی ہے، پھر نیلی اور اپنی آخری انتہا پر سفید ہو جاتی ہے جیسے پانی، بھاپ، بادل، برف آپس میں قریبی رشتے دار ہیں تو وصی ابھی ''بچہ'' ہے یعنی ''بیج''۔ اور اگر یہ ''بیج'' ہوتے ہوئے بھی درخت بلکہ جنگل سا لگنے لگا ہے تو آؤ ____ اس جنگل کو حسد کی آگ سے بچائیں ____ مجھے تو یہ جنگل جنگل سا لگتا ہے لیکن جنہیں یہ ''بوڑھا سا لڑکا'' صرف اور صرف ایک ''بیج'' دکھائی دیتا ہے۔ انہیں بھی چاہیے کہ اس بیج کے جنگل میں تبدیل ہونے کی تمنا اور دعا کریں کہ ہم وہ لوگ ہیں جو درخت کاٹتے تو بہت ہیں ____ لگاتے کم کم ہیں۔ میرا ہی ایک شعر ہے

کاٹ دی جائیں گی شاخیں ہر تناور پیڑ کی
فصل تازہ اچھے بیجوں کی جلا دی جائے گی

لیکن مجھے یقین ہے کہ کوئی مائی کا لعل نہ یہ شاخ کاٹ سکے گا ____ نہ حسد کی آگ میں یہ فصل جل سکے گی اور وصی کا فن وقت کے ساتھ ساتھ بیج سے درخت اور درخت سے جنگل بنے گا۔

وصی میری لاج رکھ لینا۔

جو مجھے جنگل لگتا ہے، پورے جہان کو جنگل جیسا نظر آنا چاہیے!!!

حسن نثار

نئی منزلوں کا مسافر

نئی نسل کے محبوب اور مقبول شاعر وصی شاہ کا دُوسرا شعری مجموعہ ''مجھے صندل کر دو'' بڑی سج دھج کے ساتھ آ رہا ہے۔ عالمی ادب کے طالب علم بخوبی جانتے ہیں کہ سب تو نہیں مگر اکثر شعراء کا تخلیقی جوہر اپنے سفر کے آغاز میں محبت کے کچے مگر خالص اور دلآویز و دلکش جذبوں کی ترجمانی سے عبارت ہوتا ہے۔ ایک ایک مصرعے اور ایک ایک لفظ میں دل کے دھڑکنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ایک والہانہ پن، ایک سرشاری، ایک نشہ اپنے اظہار کی صورتیں خود پیدا کرتا ہے۔ تعلقِ خاطر، شناسائی و آشنائی، ذوق و شوقِ نظارہ، اُنسیت و رفاقت، عشقیہ شاعری کے وہ خوش رنگ منطقے ہیں جہاں سے گزرنا نو واردانِ شہرِ سخن کا مقدر ہوتا ہے۔ وصی شاہ نے بھی ان گلیوں کی خاک چھانی ہے اور ان کے شب و روز کا احوال رقم کیا ہے۔ نئے شعری مجموعے میں موضوعات قدرے بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ زندگی صرف ایک ہی جذبے کا نام نہیں ہے۔ ہزاروں جہتیں اور بے شمار حقیقتیں ایسی ہیں جو تخلیق کار کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور لکھنے والا اپنے جوہر کے مطابق اُنھیں بیان کر دیتا ہے۔ رُومان کے غلبے کے باوجود وصی شاہ نے زندگی کی دُوسری حقیقتوں پر اپنے شعری ردِّعمل کا بہت ہنروری کے ساتھ اظہار کیا ہے۔ میں کیوں کہ ان حقیقتوں کو بھی محبتوں ہی کے ایک بڑے تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، اس لئے وصی شاہ سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے نئے سفر میں اپنے زادِ راہ پر بھی نظر رکھیں گے اور اپنی منزل کو بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہمہ وقت حرف و ہنر میں محو رہنے والے شاعر کی حیثیت سے وصی شاہ سے یہ توقع اور یہ مطالبہ کرنا دراصل اُن کے فنی اور تخلیقی جوہر کے اعتراف ہی کی ایک صورت ہے۔ وصی شاہ کی پہلی کتاب کا متعدد اشاعتوں کے باوجود سفر کے لیے ایک نئی سمت اختیار کرنے کے حوصلے پر اُنھیں داد دی جانی چاہئے اور مبارک باد دینی چاہیے کہ ''نئی منزلوں کے اس مسافر'' کو یہاں بھی قدرت نے سرخرو رکھا ہے۔

افتخار عارف

نوجوان نسل کا "Craze"

وصی شاہ بہت خوش نصیب ہے کہ اسے بہت کم عمر میں وہ شہرت اور مقبولیت نصیب ہوئی ہے جو بہت کم لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔

وہ اس مقبولیت سے بدہضمی کا شکار بھی نہیں ہوا ورنہ کچھ لوگ تو ہمارے درمیان ایسے بھی ہیں جنہیں چار لوگ جاننے لگیں تو ان سے یہ شناسائی بھی ہضم نہیں ہونے پاتی اور وہ کھٹے ڈکار مارنے لگتے ہیں۔

وصی شاہ نوجوان نسل کا "Craze" ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مشاعروں میں اس کے نام کا اعلان ہونے پر لڑکے اور لڑکیاں پرجوش تالیوں اور کچھ منچلے سیٹیوں سے اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ وصی شاہ نے ابھی بہت سفر طے کرنا ہے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ اس نے ابھی تک خوبصورت نظموں اور غزلوں کی صورت میں جو کچھ ہمیں دیا ہے اس سے بھی اس کے معتبر ادبی مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ وہ دم بہ دم اگلی منزلوں کی طرف اسی تخلیقی روانی سے بڑھتا چلا جائے گا اور ایک دن اس شاعرِ خوش نوا کو آج سے بھی کہیں زیادہ پذیرائی حاصل ہوگی (انشاءاللہ)

عطاالحق قاسمی

دو شعر

اک یہی آس ہی کافی ہے مرے جینے میں
دِل نہیں آپ دھڑکتے ہیں مرے سینے میں

تجھ سے جو گھاؤ ملے دِل سے لگا لیتے ہیں
کتنی لذّت ہے تری ذات کے غم پینے میں



اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو

نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے
اس قدر ٹوٹ کے چاہو، مجھے پاگل کردو

تم ہتھیلی کو مرے پیار کی مہندی سے رنگو
اپنی آنکھوں میں مرے نام کا کاجل کر دو

اس کے سائے میں مرے خواب دھک اٹھیں گے
میرے چہرے پہ چمکتا ہوا آنچل کر دو

دُھوپ ہی دُھوپ ہوں میں ٹوٹ کے برسو مجھ پر
اِس قدر برسو میری رُوح میں جل تھل کر دو

جیسے صحراؤں میں ہر شام ہوا چلتی ہے
اِس طرح مجھ میں چلو اور مجھے تھل کر دو

تم چھپا لو مرا دِل اوٹ میں اپنے دِل کی
اور مجھے میری نگاہوں سے بھی اوجھل کر دو

مسئلہ ہوں تو نگاہیں نہ چُراؤ مُجھ سے
اپنی چاہت سے توجہ سے مجھے حل کر دو

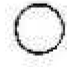
اپنے غم سے کہو ہر وقت مرے ساتھ رہے
ایک احسان کرو اس کو مُسلسل کر دو

مجھ پہ چھا جاؤ کسی آگ کی صورت جاناں
اور مری ذات کو سوکھا ہوا جنگل کر دو

Too Late.......

آدھی رات کے سناٹے میں
کس نے فون کیا ہے مجھ کو؟
جانے کس کا فون آیا ہے
فون اُٹھا کر یوں لگتا ہے
اُس جانب کوئی گُم سُم، گُم سُم اُکھڑا اُکھڑا
دھیرے دھیرے کانپ رہا ہے
مہکی ہوئی اِک خاموشی ہے
گھپ خاموشی
لیکن اس خاموشی میں بھی گونج رہے ہیں

ٹھنڈی سانسیں، بارش، آنسو
خاموشی سے تھک کر اُس نے سانس لیا تو
چوڑی کھنکی ....
اف یہ کھن کھن........
اک لمحے میں سارے بدن میں پھیل گئی ہے
تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے
لیکن اتنے برسوں بعد........



اُس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہوگا
ایک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہوگا

تم جہاں میرے لیے سیپیاں چنتی ہوگی
وہ کسی اور ہی دنیا کا کنارہ ہوگا

زندگی! اب کے مرا نام نہ شامل کرنا
گر یہ طے ہے کہ یہی کھیل دوبارہ ہوگا

جس کے ہونے سے مری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارہ ہوگا

یہ اچانک جو اُجالا سا ہوا جاتا ہے
دِل نے چپکے سے تیرا نام پکارا ہوگا

عشق کرنا ہے تو دن رات اُسے سوچنا ہے
اور کچھ ذہن میں آیا تو خسارہ ہوگا

یہ جو پانی میں چلا آیا سنہری سا غرور
اُس نے دریا میں کہیں پاؤں اُتارا ہوگا

کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں
میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہوگا

مجھ کو معلوم ہے جونہی میں قدم رکھوں گا
زندگی تیرا کوئی اور کنارہ ہوگا

جو مری روح میں بادل سے گرجتے ہیں وصؔی
اُس نے سینے میں کوئی درد اُتارا ہوگا

کام مشکل ہے مگر جیت ہی لوں گا اس کو
میرے مولا کا وصؔی جونہی اشارہ ہوگا



ترے فراق کے لمحے شمار کرتے ہوئے
بکھر چلے ہیں ترا انتظار کرتے ہوئے

تو میں بھی خوش ہوں کوئی اُس سے جا کے کہہ دینا
اگر وہ خوش ہے مجھے بے قرار کرتے ہوئے

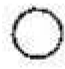
تمھیں خبر ہی نہیں ہے کہ کوئی ٹوٹ گیا
محبتوں کو بہت پائیدار کرتے ہوئے

میں مُسکراتا ہوا آئینے میں اُبھروں گا
وہ رو پڑے گی اچانک سنگھار کرتے ہوئے

مجھے خبر تھی کہ اب لوٹ کر نہ آؤں گا
سو تجھ کو یاد کیا دِل پہ وار کرتے ہوئے

وہ کہہ رہی تھی سمندر نہیں ہیں آنکھیں ہیں
میں اُن میں ڈوب گیا اعتبار کرتے ہوئے

بھنور جو مجھ میں پڑے ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں
تمھارے ہجر کے دریا کو پار کرتے ہوئے



باندھ لیں ہاتھ پہ سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ تعویذ بنا لیں تم کو

پھر تمھیں روز سنواریں تمھیں بڑھتا دیکھیں
کیوں نہ آنگن میں چنبیلی سا لگالیں تم کو

جیسے بالوں میں کوئی پھول چُنا کرتا ہے
گھر کے گُلدان میں پھولوں سا سجالیں تم کو

کیا عجب خواہش اُٹھتی ہیں ہمارے دل میں
کر کے منا سا ہواؤں میں اُچھالیں تم کو

اس قدر ٹوٹ کے تم پہ ہمیں پیار آتا ہے
اپنی بانہوں میں بھریں مار ہی ڈالیں تم کو

کبھی خوابوں کی طرح آنکھ کے پردے میں رہو
کبھی خواہش کی طرح دل میں بُلا لیں تم کو

ہے تمھارے لیے کچھ ایسی عقیدت دل میں
اپنے ہاتھوں میں دُعاؤں سا اُٹھا لیں تم کو

جان دینے کی اجازت بھی نہیں دیتے ہو
ورنہ مر جائیں ابھی مر کے منا لیں تم کو

جس طرح رات کے سینے میں ہے مہتاب کا نور
اپنے تاریک مکانوں میں سجا لیں تم کو

اب تو بس ایک ہی خواہش ہے کسی موڑ پر تم
ہم کو بکھرے ہوئے مِل جاؤ سنبھالیں تم کو

Nostalgia......

وہ کہتی تھی........!
جائیں جا کر شرٹ اُتاریں
دوسری پہنیں
یہ تو میچ نہیں کرتی ہے
جائیں جا کر ٹائی لگائیں
پَرپل ٹائی
شُوز تو میں نے رات ہی پالش کر ڈالے تھے
پھر یہ آپ نے کیوں پہنے ہیں
دیکھیں Sox بھی ٹھیک نہیں ہیں

پھر جب میں یہ سب کچھ کر کے چلنے لگتا
اس کے ہونٹوں پر Kiss کرتا
اور اُسے بانہوں میں بھرتا
مصنوعی گھبراہٹ اوڑھ کے سرگوشی میں مجھ سے کہتی
ٹھہریں ٹھہریں
ہوں.....ں...... یہ خوشبو
تھوڑا سا پرفیوم تو کر لیں
مانا آپ بہت سادہ ہیں
لیکن جاناں!
آفس جانے سے پہلے تو
اپنے بال بنایا کیجئے
اور اب
میلی شرٹ اور ادھڑا کاج
میلے کالر بٹن کھلے ہیں
ٹائی نہیں ہے، شیو بڑھی ہے
بال اُلجھے ہیں

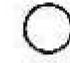
آنکھیں نیند سے بوجھل ہیں اور
جوتوں پر بھی گرد جمی ہے
اس حُلیے میں گھر سے نکلا تو یاد آیا
وہ کہتی تھی.........!

ایک شعر

سُلگ رہی ہیں اگربتّیاں سی مجھ میں وصؔی
تمھاری یاد نے مہکا دِیا، جلا بھی دِیا

Justice

یاد ہے تم کو.........!
گھر کے پچھلے لان میں ہم تم
شب بھر باتیں کرتے تھے
جھگڑا ہوتا تو ہم لَڑ کر
چاند کو منصف کر لیتے تھے
چاند سدا کا پاجی ہے
چاہے کچھ ہو
مگر ہمیشہ
ایک ہی بات کیا کرتا تھا
تیری Side لیا کرتا تھا............

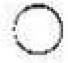


جب غم مری دھڑکن مری باتوں سے عیاں تھا، تو کہاں تھا
جب چاروں طرف درد کے دریا کا سماں تھا، تو کہاں تھا

اب آیا ہے جب ڈھل گئے ہیں سبھی موسم، مرے ہمدم
جب تیرے لیے میرا ہر احساس جواں تھا، تو کہاں تھا

اب صرف خموشی ہے مقدر کا ستارہ، مرے یارا
جب لب پہ فقط تیرا بیاں تھا، تو کہاں تھا

اب آیا ہے جب کام دکھا بھی گیا ساون، مرے ساجن
جب چار سو میرے لیے خوشیوں کا سماں تھا، تو کہاں تھا



کہیں چراغ ہیں روشن، کہیں پہ مدھم ہیں
تمھارے آنے کے امکان ہیں، مگر کم ہیں

میں لوٹتے ہوئے چپکے سے چھوڑ آیا تھا
تمھارے تکیے پہ میرے ہزار موسم ہیں

تمھارے پاؤں کو چھو کر زمانہ جیت لیا
تمھارے پاؤں نہیں ہیں، یہ ایک عالم ہیں

محبتیں ہوئیں تقسیم تو یہ بھید کھلا
ہمارے حصے میں خوشیاں نہیں ہیں، ماتم ہیں

کچھ اسی لیے بھی ہمیں دکھ سے ڈر نہیں لگتا
ہماری ڈھال ترے درد ہیں، ترے غم ہیں

ابھی کہو، تو ابھی، یہ بھی تم کو دے دیں گے
ہمارے پاس جو گنتی کے ایک دو دم ہیں

ابھی کُھلیں گے بھلا کیسے کائنات کے راز
تری کمر میں کئی موڑ ہیں، کئی خم ہیں



دِل میں بکھرے ہوئے جالوں سے پریشان نہ ہو
میرے گزرے ہوئے سالوں سے پریشان نہ ہو

میری آواز کی تلخی کو گوارہ کر لے
میرے گستاخ سوالوں سے پریشان نہ ہو

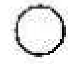
میں نے مانا تیری آنکھیں نہیں کُھلتی ہیں مگر
دِن نکلنے دے، اُجالوں سے پریشان نہ ہو

اپنی زُلفوں میں اُترتی ہوئی چاندی کو چھپا
میرے بکھرے ہوئے بالوں سے پریشان نہ ہو

اے نئی دوست میں بھر پور ہوا ہوں تیرا
میرے ماضی کے حوالوں سے پریشان نہ ہو

دیکھ یوں دُور نہ ہو مجھ کو لگا لے دِل سے
تُو مری رُوح کے چھالوں سے پریشان نہ ہو

خود کو ویران نہ کر میرے لیے، جان مری
اِن پریشان خیالوں سے پریشان نہ ہو



تمہاری یادسے ہر پل سجا ہوا کیمپس
میں کیا کروں کہ بھلا ہی نہیں سکا کیمپس

اُداس نہر میں تم پاؤں ڈالے رکھتی تھیں
تمھارے بعد اُداسی میں ڈھل گیا کیمپس

نہ جانے کون یہاں اُس کا کھو گیا ہوگا
کسی کی آخری سانسوں میں تھی دُعا، کیمپس

جو میں نے ہیلے کی سڑکوں پہ تم کو یاد کیا
تمھیں خبر ہے مرے ساتھ رو پڑا کیمپس

کسی نے تجھ میں گزارے ہیں اتنے سال یہاں
سو میں رہوں نہ رہوں تو سدا کیمپس

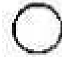
ہر اک ڈپارٹمنٹ سے اس کے قہقہے گونجے
میں اس کے بعد وصی جب کبھی گیا کیمپس

Dilemma

تم مری کون ہو تم سے ہے تعلق کیسا؟
تم کسی دھند میں لپٹی ہوئی تنہائی ہو
میری شہرت ہو دعا ہو مری رسوائی ہو
بات کرتی ہو کبھی چپ میں بکھر جاتی ہو
کیوں مری روح کے گوشوں پہ ستم ڈھاتی ہو
تم مری کون ہو تم سے ہے تعلق کیسا؟
گنگناتی ہو تو محسوس یہ ہوتا ہے مجھے
جیسے دریاؤں کے ساحل سے صدا آتی ہو
پاس آتا ہوں تو خوابوں میں اتر جاتی ہو
دور جاتا ہوں تو دامن سے لپٹ جاتی ہو
تم مرے پاس ہو نا دور ہو میرے دل سے
تم مرے پاس ہو نا دور ہو میرے دل سے
تم مری کون ہو تم سے ہے تعلق کیسا؟

ایک شعر

جان سے مار دے مجھے لیکن
چھوڑ جانے کا مجھ پہ ظلم نہ کر



آج ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی ہے
تم موسم ہو، اور موسم ہرجائی ہے

تو نے کیسے موڑ پہ چھوڑ دیا مجھ کو
دِل کی بات چھپاؤں تو رُسوائی ہے

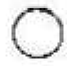
تیرے بعد بچا ہی کیا ہے جیون میں
میں ہوں، بھیگی شام ہے، اور تنہائی ہے

آج مری آنکھوں میں ساون اُترے گا
آج بہت دِن بعد تری یاد آئی ہے

آج کی رات بہت بھاری ہے دونوں پر
آج مجھے وہ خط لوٹانے آئی ہے

جانے میں کیا سوچ کے چپ ہوں گم سم ہوں
جانے وہ کیا سوچ کے واپس آئی ہے

یہ مہمان نوازی ہے یا اور ہے کچھ
میرے لیے وہ چائے بنا کر لائی ہے



ہم سے کیا پوچھتے ہو ہجر میں کیا کرتے ہیں
تیرے لوٹ آنے کی دِن رات دُعا کرتے ہیں

اب کوئی ہونٹ نہیں ان کو چرانے آتے
میری آنکھوں میں اگر اشک ہوا کرتے ہیں

تیری تو جانے، پر اے جانِ تمنا ہم تو
سانس کے ساتھ تجھے یاد کیا کرتے ہیں

تو ہی پہلو میں نہیں ورنہ دسمبر میں وہیں
دھوپ میں بیٹھ کے اخبار پڑھا کرتے ہیں

کبھی یادوں میں تجھے بانہوں میں بھر لیتے ہیں
کبھی خوابوں میں تجھے چوم لیا کرتے ہیں

تیری تصویر لگا لیتے ہیں ہم سینے سے
پھر ترے خط سے تری بات کیا کرتے ہیں

گر تجھے چھوڑنے کی سوچ بھی آئے دل میں
ہم تو خود کو بھی وہیں چھوڑ دیا کرتے ہیں

اِستقبال

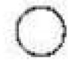
جب سے یہ پیغام ملا ہے
جاناں! تم آنے والی ہو
موسم نے سارے گھر کی ترتیب بدل کر رکھ ڈالی ہے
چوکھٹ پہ اک چاند بھی آ کر بیٹھ گیا ہے
کئی ستارے لاؤنج میں کب سے پڑے ہوئے ہیں
کہتے ہیں کہ
اس رستے سے تم گزرو گے
ننھے منے کئی گلابوں کا کہنا ہے
جتنے دن تم پاس رہو گے
گھر کے ہر کونے میں آ کر وہ مہکیں گے

پھولوں نے مل کر سب کونے بانٹ لیے ہیں
جگنو کب سے چھت پہ، گھر کے
ہر گوشے میں چمک رہے ہیں
سورج اور بارش بھی کل سے سائبان پر ٹکے ہوئے ہیں
دھیمے دھیمے چہک رہے ہیں
شام تو کب سے کئی طرح کے موسم لے کر
اس کمرے میں رکی ہوئی ہے جس کمرے میں تم ٹھہرو گے
تم آؤ گے تو یہ شام ہزاروں موسم
سندر سندر سجی ہوئی آنکھوں کو دے کر
کھو جائے گی
پھر نہ کبھی واپس آئے گی
اس سے پہلے کہ یہ شام بھی
سارے موسم لے کر مجھ کو خالی کر کے کھو جائے
تم آ جاؤ ناں!
آ بھی آ جاؤ..........

Souvenir........

ایک آنچل سے بندھا ہے سب کچھ
ایک تصویر
اور تصویر پہ بھیگے ہوئے ہونٹ
ایک صندل کی عنابی پنسل
ایک بے ربط سا اکھڑا ہوا خط
ایک عدد کارڈ
جس کو چھونے سے تیری یاد چلی آئی ہے
اور اس کارڈ میں رکھی ہوئی اکلوتی پلک
جس سے مانوس دعاؤں کی مہک آتی ہے
کسی گمنام سے شاعر کا ادھورا مصرعہ

ایک پازیب سے بچھڑا ہوا اُجلا موتی
اک مُرجھائی ہوئی زرد چنبیلی کی کلی
جس میں اب بھی تیری زلفوں کے بھنور لپٹے ہیں
ایک بوسیدہ Question Paper
جس کے کونے پہ لکھا نام ابھی تازہ ہے
شربتی کانچ کی ٹوٹی ہوئی نازک چوڑی
ایک ٹوٹا ہوا ہلکا سا گلابی ناخن
ایک گدلا سا ٹشو پیپر بھی
جس پہ مہکے ہوئے اشکوں کے نشاں زندہ ہیں
یہی دولت ہے یہی کچھ ہے اثاثہ میرا
ایک آنچل سے بندھا ہے سب کچھ
حسرتوں، سسکیوں، آہوں میں سمیٹا آنچل
تیری خوشبو میرے اشکوں میں لپیٹا آنچل
ایک آنچل سے بندھا ہے سب کچھ
ایک بھیگے ہوئے آنچل سے بندھا ہے سب کچھ



ترے گلے میں جو بانہوں کو ڈال رکھتے ہیں
تجھے منانے کا کیسا کمال رکھتے ہیں

تجھے خبر ہے تجھے سوچنے کی خاطر ہم
بہت سے کام مقدر پہ ٹال رکھتے ہیں

کوئی بھی فیصلہ ہم سوچ کر نہیں کرتے
تمھارے نام کا سکہ اچھال رکھتے ہیں

تمھارے بعد یہ عادت سی ہو گئی اپنی
بکھرتے سوکھتے پتے سنبھال رکھتے ہیں

خوشی سی ملتی ہے خود کو اذیتیں دے کر
سو جان بوجھ کے دل کو نڈھال رکھتے ہیں

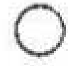
کبھی کبھی وہ مجھے ہنس کے دیکھ لیتے ہیں
کبھی کبھی مرا بے حد خیال رکھتے ہیں

تمھارے ہجر میں یہ حال ہوگیا اپنا
کسی کا خط ہو اُسے بھی سنبھال رکھتے ہیں

خوشی ملے تو ترے بعد خوش نہیں ہوتے
ہم اپنی آنکھ میں ہر دم ملال رکھتے ہیں

زمانے بھر سے بچا کر وہ اپنے آنچل میں
مرے وجود کے ٹکڑے سنبھال رکھتے ہیں

کچھ اس لیے بھی تو بے حال ہوگئے ہم لوگ
تمھاری یاد کا بے حد خیال رکھتے ہیں



میری آنکھوں میں آنسو پگھلتا رہا، چاند جلتا رہا
تیری یادوں کا سورج نکلتا رہا، چاند جلتا رہا

کوئی بستر پہ شبنم لپیٹے ہوئے خواب دیکھا کیا
کوئی یادوں میں کروٹ بدلتا رہا، چاند جلتا رہا

میری آنکھوں میں کیمپس کی سب ساعتیں جاگتی ہیں ابھی
نہر پر تو مرے ساتھ چلتا رہا، چاند جلتا رہا

میں تو یہ جانتا ہوں کہ جس شب مجھے چھوڑ کر تم گئے
آسمانوں سے شعلہ نکلتا رہا، چاند جلتا رہا

رات آئی تو کیا کیا تماشے ہوئے تجھ کو معلوم ہے؟
تیری یادوں کا سورج اُبلتا رہا، چاند جلتا رہا

رات بھر میری پلکوں کی دہلیز پر خواب گرتے رہے
دِل تڑپتا رہا، ہاتھ ملتا رہا، چاند جلتا رہا

یہ دسمبر کہ جس میں کڑی دھوپ بھی میٹھی لگنے لگے
تم نہیں تو دسمبر سُلگتا رہا، چاند جلتا رہا

آج بھی وہ تقدس بھری رات مہکی ہوئی ہے وصیؔ
میں کسی میں، کوئی مجھ میں ڈھلتا رہا، چاند جلتا رہا

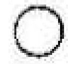
Red Charade

اُس سے میں اکثر کہتا تھا
جاناں! اپنی گاڑی بدلو
تم پر یہ چھوٹی شیراڈ بالکل سوٹ نہیں کرتی ہے
دیکھو اِس کے پہیے دیکھو
دیکھو دیکھو یہ ڈیش بورڈ
کتنا ہلکا، کتنا سستا
ویسے بھی تم سچ پوچھو تو یہ جو انگلی میں ڈائمنڈ ہے
یہ بھی اِس سے مہنگا ہوگا
اِس میں ایسی دو، دو کاریں آ سکتی ہیں
اُس سے میں اکثر کہتا تھا

یار!تم اپنی گاڑی بدلو
جاڑے آنے والے ہیں اور ہیٹر کام نہیں کرتا ہے
یہ A/C بھی ٹھیک نہیں ہے تم کو لُو بھی لگ سکتی ہے
اور یہ دیکھو
اتنی اچھی کمپوزیشن اور بوسیدہ ساؤنڈ سسٹم
میری عقل سے سب باہر ہے
میں تو پبلک ٹرانسپورٹ پر آ جاتا ہوں
بچپن سے اس کا عادی ہوں
لیکن تم یہ کیسے، کیونکر، اتنی چھوٹی گاڑی توبہ
میری عقل سے سب باہر ہے
اس سے میں اکثر کہتا تھا
یار!تم اپنی گاڑی بدلو
اک دن وہ زچ ہو کر بولی
''جانے کیا ہے کچھ عرصے سے
جب سے تم جیون میں آئے
چھوٹی گاڑی، چھوٹی چیزیں

دو کمروں کے چھوٹے گھر اور چھوٹا آنگن
چھوٹی موٹی ہنستی دنیا، چھوٹی گلیاں
چھوٹی بستی
ننھے منے مہکے خواب
اور کچھ چھوٹی چھوٹی خوشیاں
مجھ کو اب اچھی لگتی ہیں
جانے کیا ہے لیکن سب کچھ چھوٹی چھوٹی خواہش بن کر
مجھ میں رقص کیا کرتا ہے''
میں نادان تھا یہ سمجھا وہ میری غربت میں آسانی سے رہ لے گی
پھر کچھ اُڑتے لمحے آئے
کالج کے دو سال یوں گزرے جیسے سانس گزر جاتی ہے
دو سالوں میں موسم بدلے فیشن اور سے اور ہوا اور
سوچوں میں تبدیلی آئی
ہم چھوٹے سے بڑے ہوئے اور
جینے کو پہلے سے بڑھ کر مشکل پایا
اس کی ہر چھوٹی خواہش کا قد نکلا اور

اُس کی ننھی سوچوں نے بھی کروٹ بدلی
اک دن اس نے اپنے گھر کی ساری چھوٹی چھوٹی چیزیں
اپنے مالی کے چھوٹے بچے کو دے دیں
چھوٹی گلیاں، چھوٹے آنگن، چھوٹی بستی
یہ سب تو ویسے بھی اس کو اک گھر میں ہی مل سکتا تھا
اس نے چھوٹی گاڑی بدلی
ترک کیے وہ سارے دوست
سب رِشتے اور سارے ساتھی
جو چھوٹے تھے
اور شاید اُن سب چھوٹوں میں
میں سب سے زیادہ چھوٹا تھا
اس سے میں خود ہی کہتا تھا
یار! تم اپنی گاڑی بدلو.........



جو اس کے سامنے میرا یہ حال آ جائے
تو دُکھ سے اور بھی اُس پر جمال آ جائے

مرا خیال بھی گھنگھرو پہن کے ناچے گا
اگر خیال کو تیرا خیال آ جائے

ہر ایک شام نئے خواب اس پہ کاڑھیں گے
ہمارے ہاتھ اگر تیری شال آ جائے

انہی دنوں وہ مرے ساتھ چائے پیتا تھا
کہیں سے کاش مرا پچھلا سال آ جائے

میں اپنے غم کے خزانے کہاں چھپاؤں گا
اگر کہیں سے کوئی اندِ مال آ جائے

ہر ایک بار نئے ڈھنگ سے سجائیں تجھے
ہمارے ہاتھ جو پھولوں کی ڈال آ جائے

یہ ڈوبتا ہوا سورج ٹھہر نہ جائے وصیؔ
اگر وہ سامنے وقتِ زوال آ جائے

مجرم

تمھیں معلوم ہے جاناں!
کہ تم بھی ایک قاتل ہو
مرے اندر کا اک ہنستا ہوا انسان
تم نے مار ڈالا ہے

ایک شعر

یہ میرا حوصلہ ہے تیرے بغیر
سانس لیتا ہوں بات کرتا ہوں

المیہ

تمھاری زُلفیں
تمھاری پلکیں
تمھاری آنکھیں
تمھارا چہرہ
تمھارے شانے
صُراحی گردن
کلائیوں میں کھنکتے کنگن
حِنائی ہاتھوں کی اُنگلیوں کی حسین پوریں
کہ جن میں صندل مہک رہی ہے
یہ نرم سانسوں کی گنگناہٹ
قدم اُٹھاؤ تو دَھڑکنیں
ساتھ چھوڑتی ہیں

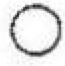
بدن کا ہر زاویہ قیامت
نہیں تمھاری مثال جاناں
کمال ہو تم کمال جاناں
تمھارا سب کچھ حسین ہے لا جواب ہے پر
مِرا نہیں ہے
تمھارا کچھ بھی مِرا نہیں ہے......!

گرہ

لوٹنے والا لوٹ آیا ہے
سارے شکوے بھول چکے ہیں
ہم دونوں پھر پہلے والے میت ہوئے ہیں
لیکن اب وہ میرے دکھ پہ افسردہ ہو
یا میری خوشیوں پر خوش ہو
تو لگتا ہے
میں اس کا سوتیلا دُکھ ہوں
میں اس کا سوتیلا پیار..........

ایک شعر

اس لیے کوئی زیادہ نہیں رُکتا ہے یہاں
لوگ کہتے ہیں مرے دِل پہ ترا سایہ ہے



آنکھوں سے مری اس لیے لالی نہیں جاتی
یادوں سے کوئی رات جو خالی نہیں جاتی

اب عمر نہ موسم نہ وہ رستے کہ وہ پلٹے
اس دِل کی مگر خام خیالی نہیں جاتی

مانگے تُو اگر جان بھی ہنس کے تجھے دے دیں
تیری تو کوئی بات بھی ٹالی نہیں جاتی

آئے کوئی آ کر یہ ترے درد سنبھالے
ہم سے تو یہ جاگیر سنبھالی نہیں جاتی

معلوم ہمیں بھی ہیں بہت سے ترے قصے
پر بات تری ہم سے اچھالی نہیں جاتی

ہمراہ ترے پھول کھلاتی تھی جو دل میں
اب شام وہی درد سے خالی نہیں جاتی

ہم جان سے جائیں گے تبھی بات بنے گی
تم سے تو کوئی راہ نکالی نہیں جاتی

تمھارے ہاتھوں کے لیے ایک دعا

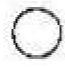
میرے مولا یہ حسیں ہاتھ سلامت رکھنا
ایسا لگتا ہے جو یہ ہاتھ دعا کو اٹھیں
خود فرشتے چلے آتے ہوں زمیں کی جانب
سونپ کر مرمریں ہاتھوں کی ہتھیلی کو حناء
جو بھی مانگا ہو وہ چپ چاپ دیے جاتے ہوں
میرے مولا یہ حسیں ہاتھ سلامت رکھنا

ان کی خوشبو سے معطر ہے مرا سارا وجود
انہی ہاتھوں میں مرے خواب چھپے ہیں مولا
انگلیاں مجھ کو محبت میں بھگو دیتی ہیں
انہی پوروں نے مرے درد چُنے مولا
ان کی رگ رگ میں محبت ہی محبت رکھنا
میرے مولا یہ حسیں ہاتھ سلامت رکھنا
انہی ہاتھوں کی لکیروں میں مقدر ہے مرا
یہ جو کونے میں ستارہ ہے سکندر ہے مرا
خواب سے نرم خیالوں کی طرح نازک ہیں
ان کے ہر لمس میں میرے لیے چاہت رکھنا
میرے مولا یہ حسیں ہاتھ سلامت رکھنا
میرے مولا یہ حسیں ہاتھ سلامت رکھنا

لوری

ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے
ماں! مجھے لوری سناؤ نا
سُلا دو نا مجھے
ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
رت جگے اب تو مقدر ہیں مری پلکوں کا
نیند آئے تو لئے آتی ہے بغداد کی یاد
آنکھ لگتے ہی کو بیوہ اٹھا دیتی ہے
پیٹ کتنا ہی بھروں بھوک نہیں مٹتی ہے

جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگا دیتی ہے
کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے
ذکر قندوز کا آئے تو مجھے لگتا ہے
کاٹ کے سر کوئی ہنستا ہے، جلاتا ہے مجھے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
ماں مری آنکھیں تو پتھر کی ہوئی جاتی ہیں
نوجواں لاشے یہ رونے نہیں دیتے ہیں مجھے
میرے سینے پہ رکھو ہاتھ
رُلا دو نا مجھے۔۔۔۔!
ماں! مجھے لوری سناؤ نا
سُلا دو نا مجھے۔۔۔۔!
ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے۔۔۔!



گلی میں درد کے پُرزے تلاش کرتی تھی
مرے خطوط کے ٹکڑے تلاش کرتی تھی

کہاں گئی وہ کنواری، اُداس بی آپا
جو گاؤں گاؤں میں رشتے تلاش کرتی تھی

بھلائے کون اذیت پسندیاں اس کی
خوشی کے ڈھیر میں صدمے تلاش کرتی تھی

عجیب ہجر پرستی تھی اس کی فطرت میں
شجر کے ٹوٹتے پتے تلاش کرتی تھی

قیام کرتی تھی وہ مجھ میں صوفیوں کی طرح
اُداس رُوح کے گوشے تلاش کرتی تھی

تمام رات وہ پردے ہٹا کے چاند کے ساتھ
جو کھو گئے تھے وہ لمحے تلاش کرتی تھی

کچھ اس لیے بھی مرے گھر سے اس کو تھی وحشت
یہاں بھی اپنے ہی پیارے تلاش کرتی تھی

گھما پھرا کے جُدائی کی بات کرتی تھی
ہمیشہ ہجر کے حربے تلاش کرتی تھی

تمام رات وہ زخما کے اپنی پوروں کو
مرے وجود کے ریزے تلاش کرتی تھی

دُعائیں کرتی تھی اُجڑے ہوئے مزاروں پر
بڑے عجیب سہارے تلاش کرتی تھی

مجھے تو آج بتایا ہے بادلوں نے وصی
وہ لوٹ آنے کے رستے تلاش کرتی تھی

ایک شعر

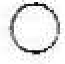
میرے مولا تری جنت سے جُدا لگتی ہے
میری دھرتی مجھے معصوم دُعا لگتی ہے

Sorry..........

اب مگر کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں ہوسکتا
اپنے جذبوں سے یہ رنگین شرارت نہ کرو
کتنی معصوم ہو نازک ہو حماقت نہ کرو
بارہا تم سے کہا تھا کہ محبت نہ کرو

اُلجھن

تیرا میرا رشتہ کچھ ایسا اُلجھا ہے
اس کو سلجھاتے سلجھاتے
اپنے دل کی پوریں زخمی کر بیٹھا ہوں
رشتہ شائد سلجھ نہ پائے
لیکن اس کو سلجھانے کی دُھن میں جاناں
سارے خواب بھلا بیٹھا ہوں
اپنا آپ گنوا بیٹھا ہوں



ہم نے جو دیپ جلائے ہیں، تری گلیوں میں
اپنے کچھ خواب سجائے ہیں، تری گلیوں میں

جانے یہ عشق ہے یا کوئی کرامت اپنی
چاند لے کر چلے آئے ہیں، تری گلیوں میں

تذکرہ ہو تیری گلیوں کا تو ڈر جاتا ہے
دِل نے وہ زخم اُٹھائے ہیں، تری گلیوں میں

اس لئے بھی تری گلیوں سے ہمیں نفرت ہے
ہم نے ارمان گنوائے ہیں، تری گلیوں میں

کیوں ہر اک چیز ادھوری سی ہمیں لگتی ہے
جانے کیا چھوڑ کے آئیں ہیں، تری گلیوں میں

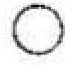
بہلاوا

رشتہ توڑ کے جانے والے
مجھ کو چھوڑ کے جانے والے
اب کی عید پہ
مجھ کو جتنے کارڈ ملے ہیں
اُن کارڈوں میں
سب سے پیارا
سب سے اچھا
پہلا کارڈ تمھارا ہے
مجھ کو چھوڑ کے جانے والے
ذرا کہو تو
یہ کس اور اشارہ ہے۔۔۔۔؟

دوشعر

کوئی ملال کوئی آرزُو نہیں کرتا
تمھارے بعد یہ دِل گفتگو نہیں کرتا

کوئی نہ کوئی مری چیز ٹوٹ جاتی ہے
تمھاری یاد سے جب بھی وُضو نہیں کرتا



پھر وہ کیمپس کی فضا ہو، شام ہو
ہاتھ ہاتھوں میں ترا ہو، شام ہو

خوف آتا ہے مجھے اُس وقت سے
راستہ نہ مل رہا ہو، شام ہو

کس قدر بے کیف گزرے گی وہ شام
تو مجھے بھولا ہوا ہو شام ہو

کیوں نہ شدت سے مجھے یاد آئے گاؤں
شہر کا بنجر پنا ہو، شام ہو

ہو رہی ہو تیری تصویروں سے بات
تیرا خط کھولا ہوا ہو، شام ہو

سردیاں ، بارش ، ہوا ، چائے کا کپ
وہ مجھے یاد آ رہا ہو، شام ہو

درد و غم کی دھند میں لپٹا ہوا
قافلہ سا حل پڑا ہو، شام ہو

یاالٰہی ایسے لمحے سے بچا
وہ کبھی مجھ سے خفا ہو، شام ہو

اک یہی خواہش نہ پوری ہو سکی
تو کلیجے سے لگا ہو، شام ہو

Breaking Point

مرے آنگن میں آؤ......!
ٹوٹتے پتے تو دیکھو
مری سب کھڑکیوں پر ہجر کا کہرہ جما ہے
مرے دروازوں کے بازو
تمھارے لوٹنے کی چاہ میں شل ہو گئے ہیں
مرے گھر کے چراغوں کی ہر اک لو
درد میں ڈوبی ہوئی ہے
وہ دیکھو تھرتھراہٹ بین کرنے لگ گئی ہے
مرے تکیے پہ ٹھہری دھول دیکھو
مرے بستر کی چادر بے شکن گم صم پڑی ہے
وہ آتشدان دیکھو کس طرح سونا رکھا ہے
وہ دیکھو رات کا کھانا پڑا ہے

یہ دیکھو چائے ٹھنڈی ہو سکتی ہے
تمھارے خط، کتابیں، کارڈ، تحفے
مجھے ملنے کی خواہش میں مرے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں
وہ اک تصویر مرے سامنے گم صم پڑی ہے
وہ اک کونے میں حسرت تھک گئی ہے سوگئی ہے
یہ بڑھتی شیو یہ گدلے سلیپر
مرے بالوں میں فرقت جم گئی ہے
مرے ہونٹوں سے چپ لپٹی ہوئی ہے
تمھارے لمس کی حدت نہیں تو
مری پوروں میں سردی تھم گئی ہے
تمھارا ہجر حد سے بڑھ چکا ہے
مجھے تنہائی چبھنے لگ گئی ہے
میں تھک کر ٹوٹنے والا ہوا ہوں
میں خود سے رابطے نا توڑ بیٹھوں
کہیں میں حوصلہ نا چھوڑ بیٹھوں
کہیں میں حوصلہ نا..........

Just A Minute........

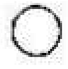
ذرا سا تو ٹھہر اے دل........!
ابھی کچھ کام باقی ہیں
ابھی آنگن میں مجھ کو موتیے کے کچھ نئے پودے لگانے ہیں
ابھی اُن شوخ ہونٹوں کے کئی انداز ہیں جن کو
مرے ہونٹوں پہ کُھلنا ہے
ابھی اس جسم نے مجھ سے
بہت سی بات کرنی ہے
ابھی اس دل کے جانے کتنے ہی غم ایسے ہیں جن کو
مجھے اپنے بدن میں روح میں بھرنا ہے

اس کے ساتھ جانے کتنے رستے ہیں
اکٹھے جن پہ چلنا ہے
ابھی کچھ ایسے وعدے ہیں
کہ جن کو پورا کرنے کا کئی برسوں سے لمحہ ہی میسر آ نہیں پایا
ابھی وہ وقت آنا ہے
ابھی وعدے نبھانے ہیں
ابھی کچھ شعر ایسے ہیں کہ جو میں کہہ نہیں پایا
انہیں تحریر کرنا ہے
ابھی کچھ گیت ایسے ہیں کہ جن کی دُھن بنانی ہے
ادھوری سی کسی تصویر کی تکمیل کرنا ہے
کئی کاغذ ہیں وہ جن پر مرے سائن ضروری ہیں
ابھی کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جو برسوں سے
میرے ذہن میں تھیں
سوچ رکھا تھا، اسے اک دن بتاؤں گا
بتانی ہیں

ابھی کچھ قصے ایسے ہیں کہ جو اس کو سنانے ہیں
کئی کوتاہیاں ایسی بھی ہیں جن پر ندامت ہے
اُسے سب کچھ بتا کر
بوجھ اس دل کا گھٹانا ہے
ابھی کچھ دیر پہلے بس ذرا سی دیر پہلے ہی
ذرا سی بات پر وہ مجھ سے رُوٹھا تھا
ذرا سا تو ٹھہر اے دِل
ابھی اس کو منانا ہے
ابھی اس کو منانا ہے-----

حیرت

ساری رات کی جاگی آنکھیں
کالج میں کیا پڑھتی ہوں گی ؟



اب جو لوٹے ہو اتنے سالوں میں
دُھوپ اُتری ہوئی ہے بالوں میں

تم مری آنکھ کے سمندر میں
تم مری رُوح کے اُجالوں میں

پھول ہی پھول کھِل اُٹھے مجھ میں
کون آیا مرے خیالوں میں

میں نے جی بھر کے تجھ کو دیکھ لیا
تجھ کو اُلجھا کے کچھ سوالوں میں

میری خوشیوں کی کائنات بھی تو
تو ہی دُکھ درد کے حوالوں میں

جب ترا دوستوں میں ذکر آئے
ٹیس اُٹھتی ہے دل کے چھالوں میں

تم سے آباد ہے یہ تنہائی
تم ہی روشن ہو گھر کے جالوں میں

سانولی شام کی طرح ہے وہ
وہ نہ گوروں میں ہے، نہ کالوں میں

کیا اُسے یاد آ رہا ہوں وصی
رنگ اُبھرے ہیں اس کے گالوں میں

22 جون

میرے مولا!
آج ذرا اس تپتے دن کو
ٹھنڈا کر دے
چھوٹا کر دے
اسے گھٹا دے
بادل کے ٹکڑے سے کہہ کر
بارش کر دے
بوندیں آئیں
پَون چلے

اور سورج گزرے جلدی سے
مغرب آ جائے
میرے مالک!
آج بھی اس نے
میری خاطر
مجھ کو پانے کی چاہت میں
تیرا روزہ رکھا ہے........

دو شعر

یہ ضبط چھوٹ گیا تو تمھاری یاد آئی
میں تھک کے ٹوٹ گیا تو تمھاری یاد آئی

تمھارے بعد نہ تھا کوئی مرا، دِل کے سوا
یہ دِل بھی رُوٹھ گیا تو تمھاری یاد آئی

سانجھ

پہلی بار جب اُس نے میری ماں کو امی جان کہا تو
مجھ کو یوں محسوس ہوا تھا
اپنا سب کچھ چھوڑ کے جیسے
اک لمحے میں
میرا سب کچھ اس نے اپنا مان لیا ہے
مجھ کو سب کچھ جان لیا ہے

اثاثہ

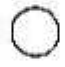
تمھیں تو شاید خبر نہیں ہے
مرے بدن میں تمھارے چھونے سے
سنسناہٹ سی جاگتی تھی
وہ جم گئی ہے
تمھاری آواز میری رگ رگ میں
تھم گئی ہے
تمھیں تو شاید خبر نہیں ہے
مگر تمھاری حسین پوروں
کی دسترس میں جو ہونٹ تھے

اُن گلابی ہونٹوں کی سلوٹیں
خشک ہوگئی ہیں
تمھیں تو شاید خبر نہیں ہے
کہ چاندراتوں میں
لائبریری کی سیڑھیوں کے اُداس گوشے میں
تم نے مجھ کو بہت مقدس قرار دے کر
کہا تھا
''تم میری زندگی ہو''
تمھیں تو شاید خبر نہیں ہے
وہ لفظ اب بھی وہیں کہیں ہیں
تمھیں تو شاید خبر نہیں ہے
کہ آخری روز جاتے جاتے
مری اجازت سے میرے ماتھے پہ
ایک بوسہ سجا گئے تھے
مری محبت کا پہلا اور آخری اثاثہ

اُداس کیمپس کی نہر پر بے پنہ تقدس
لیے وہ بوسہ وہیں پڑا ہے
تم اپنے گھر کو چلے گئے ہو
میں اور کی دسترس میں ہوں اب
مرے تمھارے خیال، سوچیں، مزاج تک تو بدل گئے ہیں
مگر کبھی تم اُدھر سے گزرو
تو آج بھی تم کو دھیرے دھیرے
وہ بوسہ روتا سنائی دے گا
مری محبت کا پہلا اور آخری اثاثہ
مگر تمھیں تو خبر نہیں ہے
مگر تمھیں تو خبر نہیں ہے..........

C-L-I

اب مرا فون کیوں اُٹھاؤ گے تم؟
اب مرا تم کو احترام نہیں
اب تمھیں مجھ سے کوئی کام نہیں



مان لے اب بھی مری جان ادا، درد نہ چُن
کام آتی نہیں پھر کوئی دُعا، درد نہ چُن

اور کچھ دیر میں مجھ کو چلے جانا ہوگا
اور کچھ دیر مجھے خواب دِکھا، درد نہ چُن

ایک بھی درد نہ کم ہوگا کئی صدیوں میں
اب بھی کہتا ہوں تجھے وقت بچا، درد نہ چُن

وہ جو لکھا ہے کسی طور نہیں ٹل سکتا
آ مرے دل میں کوئی دیپ جلا ، درد نہ چُن

میں ترے لمس سے محروم نہ رہ جاؤں کہیں
آخری بار مجھے خود سے لگا، درد نہ چُن

اب تو یہ ریشمی پوریں بھی چھدی جاتی ہیں
خود کو اب بخش بھی دے، ظلم نہ ڈھا، درد نہ چُن

یہ نہیں ہوں گے تو خالی نہیں ہو جاؤں گا میں
میرے زخموں سے کوئی گیت بنا، درد نہ چُن

کچھ نہ دے گا یہ مسائل سے اُلجھتے رہنا
چھوڑ سب کچھ مری بانہوں میں سما، درد نہ چُن

سرگوشی

اس نے میرے سینے پر سر رکھ کر پوچھا
جاناں! اپنے جیون کا وہ لمحہ تو بتلاؤ مجھ کو
جس کے بدلے مل سکتے ہیں سبھی ستارے
دریاؤں کے سارے موتی
ساون کی پہلی بارش کے سارے قطرے
اُجلے چاند کی ساری کرنیں
دھرتی کے سینے سے لپٹے سبھی خزانے
سارے موسم سبھی دُعائیں
پھولوں کی رنگین قبائیں

پتی پتی پڑنے والی بھینی شبنم

اسمِ اعظم

اُس نے میرے سینے پر سر رکھ کر پوچھا
جاناں! اپنے جیون کا وہ لمحہ تو بتلاؤ مجھ کو
جس کے بدلے سب کچھ اپنا، سب کچھ، سب کچھ
اپنا سب کچھ دے سکتے ہو
میں نے اس کا ماتھا چوما اور بولا جب
پہلی بار مرے سینے پر تم نے اپنا سر رکھا تھا

Intoxication......

گنگناتے ہوئے جذبات کی آہٹ پا کر
رُوح میں جاگنے والی ہے کوئی سرگوشی
آ کسی خوف میں اُتریں کسی غم کو اوڑھیں
کسی اجڑے ہوئے لمحے میں سجائیں خود کو
تھام کر ریشمی ہاتھوں میں ہوا کی چادر
رُوح میں گھول لیں تاروں کا حسیں تاج محل
جی میں آتا ہے لپٹ جائیں کسی چاند کے ساتھ
بے یقینی کے سمندر کا کنارہ لے کر
ہم نکل جائیں کسی خدشے کی انگلی تھامے
تیری یادوں کے تلے درد کے سائے سائے
گنگناتے ہوئے جذبات کی آہٹ پا کر
رُوح میں جاگنے والی ہے کوئی سرگوشی

دو شعر

عجیب سانحہ گزرا ہے مجھ پہ آج کی شام
میں آج شام تمھارے ہجر میں اُداس نہ تھا

اب ایک سال تو یہ ایک غم ہی کافی ہے
تمھاری سالگرہ پر تمھارے پاس نہ تھا

بچھڑے تو احساس ہوا.........

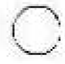
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے، ہم کو
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
چار سو گونجتی رسوائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے، ہم کو

کوئی لمحہ ہو تری یاد میں کھو جاتے ہیں
اب تو خود کو بھی میسر نہیں آ پاتے ہیں
رات ہو دن ہو ترے پیار میں ہم بہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے، ہم کو

جو بھی غم آئے اُسے دل پہ سہا کرتے تھے
ایک وہ وقت تھا ہم مل کے رہا کرتے تھے
اب اکیلے ہی زمانے کے ستم سہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو

ہم نے خود اپنے ہی رستے میں بچھائے کانٹے
گھر میں پھولوں کی جگہ لا کے سجائے کانٹے
زخم اس دل میں بسائے ہوئے خود رہتے ہیں
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسی کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو

یوں تو دنیا کی ہر اک چیز حسیں ہوتی ہے
پیار سے بڑھ کے مگر کچھ بھی نہیں ہوتی ہے
راستہ روک کے ہر اک سے یہی کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں
چار سو گونجتی رسوائی کسے کہتے ہیں
اب جو بچھڑے ہیں تو..........



اپنا تو چاہتوں میں یہی اک اصول ہے
تیرا بھلا برا ہمیں سب کچھ قبول ہے

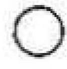
یہ عمر بھر کا جاگنا بیکار ہی نہ جائے
تو ناں ملا تو ساری ریاضت فضول ہے

خود ہی کہا تھا تو نے مری جان چھوڑ دے
اب چھوڑ دی تو کیوں ترا چہرہ ملول ہے

اے ماں یہ میری شہرتیں میری یہ عزتیں
کچھ بھی نہیں ہے بس ترے قدموں کی دھول ہے

آئی جو تیری یاد تو آنکھیں برس پڑیں
اس وقت ترے درد کا دل پر نزول ہے

اک دوسرے کے واسطے دونوں بنے وصیؔ
گلدان میرا دل ہے تری یاد پھول ہے



دِل کی چوکھٹ پہ جو اک دیپ جلا رکھا ہے
تیرے لوٹ آنے کا امکان سجا رکھا ہے

سانس تک بھی نہیں لیتے ہیں تجھے سوچتے وقت
ہم نے اس کام کو بھی کل پہ اٹھا رکھا ہے

روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو
ہم نے یہ سوچ کے ہی تم کو خفا رکھا ہے

تم جسے روتا ہوا چھوڑ گئے تھے اک دن
ہم نے اس شام کو سینے سے لگا رکھا ہے

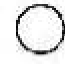
چین لینے نہیں دیتا یہ کسی طور مجھے
تیری یادوں نے جو طوفان اٹھا رکھا ہے

جانے والے نے کہا تھا کہ وہ لوٹے گا ضرور
اک اسی آس پہ دروازہ کھلا رکھا ہے

تیرے جانے سے جو اک دھول اٹھی تھی غم کی
ہم نے اس دھول کو آنکھوں میں بسا رکھا ہے

مجھ کو کل شام سے وہ یاد بہت آنے لگا
دل نے مدت سے جو اک شخص بھلا رکھا ہے

آخری بار جو آیا تھا میرے نام وصی
میں نے اس خط کو کلیجے سے لگا رکھا ہے



کس قدر ظلم ڈھایا کرتے ہو
یہ جو تم بھول جایا کرتے ہو

کس کا اب ہاتھ رکھ کے سینے پر
دل کی دھڑکن سنایا کرتے ہو

ہم جہاں چائے پینے جاتے تھے
کیا وہاں اب بھی آیا کرتے ہو

کون ہے اب کہ جس کے چہرے پر
اپنی پلکوں کا سایہ کرتے ہو

کیوں مرے دل میں رکھ نہیں دیتے
کس لیے غم اٹھایا کرتے ہو

فون پر گیت جو سناتے تھے
اب وہ کس کو سنایا کرتے ہو

آخری خط میں اس نے لکھا تھا
تم مجھے یاد آیا کرتے ہو

Request......

ابھی کچھ بھی نہیں بدلا
درختوں پر وہی موسم ابھی تک مسکراتے ہیں
ابھی تک سرمئی شامیں ہمارے ساتھ روتی ہیں
ابھی تک میرے ہونٹوں پر تمھارے احمریں کے ہونٹوں کی خوشبو
رقص کرتی ہے
ابھی تک میری آنکھوں میں تمھارے خواب ہنستے ہیں
ابھی تک میرے ہاتھوں پر تمھاری اُنگلیوں کی نرم پوروں سے لکھے
سب حرف زندہ ہیں
ابھی تک میرے سینے میں تمھاری سانس چلتی ہے

ابھی تو راستوں پر دودھیا پیروں سے پڑنے والے
سارے نقش قائم ہیں
ابھی الماریوں میں سارے تحفے گنگناتے ہیں
تمھارے خط ابھی بھی رات کی تنہائی میں مجھ سے
تمھاری بات کرتے ہیں
بہت سے سال گزرے ہیں ....بہت سا وقت بیتا ہے
مری چاہت نہیں بیتی ....میری ہمت نہیں گزری
ابھی کچھ بھی نہیں بدلا ....ابھی کچھ بھی نہیں بدلا
اگر چاہو.....اگر سمجھو.....مری مانو......
تو لوٹ آؤ......

U.S.A

کب تلک تجھ پہ اِنحصار کریں
کیوں نہ اب دوسروں سے پیار کروں

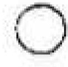
تو کبھی وقت پر نہیں پہنچا
کس طرح تیرا اعتبار کریں



بین کرتی ہوئی آنکھیں یہ پریشاں زُلفیں
اور کیا چاہتے ہو اُس سے محبت کر کے

بس تمھارے لیے......

چاندنی گنگنانے لگی کس لیے
تارے آنگن میں آنے لگے کس لیے
کس لیے رنگ مہندی کا کھلنے لگا
پھول ہم کو ستانے لگے کس لیے
بس تمھارے لئے
بس تمھارے لئے



زخم مُسکراتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر
درد بھول جاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

شبنمی ستاروں میں پھول کھلنے لگتے ہیں
چاند مسکراتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

عمر کاٹ دی لیکن بچپنا نہیں جاتا
ہم دِیے جلاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

گھنٹیاں سی بجتی ہیں رقص ہونے لگتا ہے
درد جگمگاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

تیری یاد آئے تو نیند جاتی رہتی ہے
خواب ٹوٹ جاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

جو ستم کرے آ کر سب قبول ہے دِل کو
ہم خوشی مناتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

اب بھی تیری آہٹ پر چاند مسکراتا ہے
خواب گنگناتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

تیرے ہجر میں ہم پر اِک عذاب طاری ہے
چونک جاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

دستکیں سجانے کے منتظر نہیں رہتے
راستے سجاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر

اب بھی تیری آہٹ پر آس لوٹ آتی ہے
ہم دِیے جلاتے ہیں، اب بھی تیری آہٹ پر



غم کی اس سِل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی
تو مرے دِل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

مجھ کو تسلیم تری ساری ذہانت لیکن
مجھ سے جاہل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

پوچھ لے مجھ سے حقیقت تُو وگرنہ اپنے
آنکھ کے تِل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

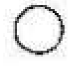
بن محبت کے تُو ہنستی ہوئی ان آنکھوں کی
بھیگی جِھلمِل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

زندگی خود بھی تجھے مرنا پڑے گا ورنہ
میرے قاتل کو کبھی بھی نہ سمجھ پائے گی

خواب

اب بھی اس کے خط آتے ہیں
بھیگے بھیگے اور بھینے جادو میں لپٹے
موسم، خوشبو، گھر والوں کی باتیں کر کے، اپنے دل کا حال
سبھاؤ سے لکھتی ہے
اب بھی اُس کے سب لفظوں سے کچے جذبے پھوٹ آتے ہیں
اب بھی اُس کے خط میں موسم گیت سنانے لگ جاتے ہیں
اب بھی دُھوپ نکل آتی ہے بادل چھانے لگ جاتے ہیں
اب بھی اُس کے جسم کی خوشبو ہاتھوں سے ہو کر لفظوں تک
اور پھر مجھ تک آ جاتی ہے

اب بھی اس کے خط میں اکثر چاند اُبھرنے لگ جاتا ہے
شام اُترے تو ان لفظوں میں سورج ڈوبنے لگ جاتا ہے
اب بھی اُس کے خط پڑھ کر کچھ مجھ میں ٹوٹنے لگ جاتا ہے
اب بھی خط کے اک کونے میں وہ اک دِیپ جلا دیتی ہے
اب بھی میرے نام پہ اپنے اجلے ہونٹ بنا دیتی ہے
اب بھی اُس کے خط آتے ہیں
بھیگے بھیگے اور بھینے جادو میں لپٹے
اب بھی اُس کے خط آتے ہیں.........



اُداس راتوں میں تیز کافی کی تلخیوں میں
وہ کچھ زیادہ ہی یاد آتا ہے سردیوں میں

مجھے اجازت نہیں ہے اس کو پکارنے کی
جو گونجتا ہے لہو میں سینے کی دھڑکنوں میں

وہ بچپنا جو اُداس راہوں میں کھو گیا تھا
میں ڈھونڈتا ہوں اُسے تمھاری شرارتوں میں

اُسے دلاسے تو دے رہا ہوں مگر یہ سچ ہے
کہیں کوئی خوف بڑھ رہا ہے تسلیوں میں

تم اپنی پوروں سے جانے کیا لکھ گئے تھے جاناں
چراغ روشن ہیں اب بھی میری ہتھیلیوں میں

جو تو نہیں ہے تو یہ مکمل نہ ہو سکیں گی
*تری یہی اہمیت ہے میری کہانیوں میں

مجھے یقیں ہے وہ تھام لے گا بھرم رکھے گا
یہ مان ہے تو دِیے جلائے ہیں آندھیوں میں

ہر ایک موسم میں روشنی سی بکھیرتے ہیں
تمھارے غم کے چراغ میری اُداسیوں میں

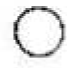
دہلیز کے پار

چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے
اس میں کچھ رنگ بھی ہیں خواب بھی مہکار بھی ہے
جھلملاتی ہوئی خواہش بھی ہے انکار بھی ہے
اسی خوشبو میں کئی درد بھی، افسانے بھی
اسی خوشبو نے بنائے کئی دِیوانے بھی
میرے آنچل پہ اُمیدوں کی قطار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے

اسی خوشبو سے کسی یاد کے در کھلتے ہیں
میرے پیروں سے جو لپٹے تو سفر کھلتے ہیں
یہی خوشبو جو مجھے گھر سے اُٹھا لائی تھی
اب کسی طور پلٹ کر نہیں جانے دیتی
میری دہلیز بلاتی ہے مجھے لوٹ آؤ
یہی خوشبو مجھے واپس نہیں آنے دیتی

رنج اور درد میں ڈوبی یہ بہار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے

چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے



گنگناتے ہوئے آنچل کی ہوا دے مجھ کو
اُنگلیاں پھیر کے بالوں میں سلا دے مجھ کو

جس طرح فالتو گلدان پڑے رہتے ہیں
اپنے گھر کے کسی کونے سے لگا دے مجھ کو

یاد کر کے مجھے تکلیف ہی ہوتی ہوگی
ایک قصہ ہوں پُرانا سا بھلا دے مجھ کو

ڈوبتے ڈوبتے آواز تری سُن جاؤں
آخری بار تو ساحل سے صدا دے مجھ کو

میں ترے ہجر میں چُپ چاپ نہ مر جاؤں کہیں
میں ہوں سکتے میں کبھی آ کے رُلا دے مجھ کو

دیکھ میں ہوگیا بد نام کتابوں کی طرح
میری تشہیر نہ کر اب تو جلا دے مجھ کو

روٹھنا تیرا میری جان لئے جاتا ہے
ایسے ناراض نہ ہو، ہنس کے دِکھا دے مجھ کو

اور کچھ بھی نہیں مانگا میرے مالک تجھ سے
اس کی گلیوں میں پڑی خاک بنا دے مجھ کو

لوگ کہتے ہیں کہ یہ عشق نگل جاتا ہے
میں بھی اس عشق میں آیا ہوں، دعا دے مجھ کو

یہی اوقات ہے میری تیرے جیون میں کہ میں
کوئی کمزور سا لمحہ ہوں، بھلا دے مجھ کو

سوال

آج کل کس سے محبت ہے تمھیں؟
آج کل کس کے لیے پاگل ہو؟

Impact

بھیگی آنکھوں والی لڑکی
میری طرف جب دیکھتی ہے تو
من میں جل تھل کر جاتی ہے
مجھ کو پاگل کر جاتی ہے۔۔۔۔



میں کیسے سرد ہاتھوں سے تمھارے گال چھوتا تھا
دسمبر میں تمھیں میری شرارت یاد آئے گی